شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

مارچ 2013ء / ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ 1434ھ – جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 3 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

○ درسِ قرآن
○ درسِ حدیث
○ خطبہ جمعۃ المبارک
○ رفتارِ کار
○ دینی مسائل

اداریہ ''جمہوریت'' کے محافظ اور ''انقلاب'' کے علم بردار!

تعزیتی تأثرات

اور قیامت ٹوٹ پڑی - - - - -

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین چوں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے، اس لیے وہ بیعتِ طریقت اور بیعتِ خلافت دونوں کر سکتے تھے۔ چوں کہ سلطنت کا اثر سب اثروں پر عموماً غالب ہوتا ہے، ''النّاس علیٰ دین ملوکھم'' (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں) مشہور قول ہے، جو اپنے اثرات میں پایۂ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دوسرے تبلیغی کمالات اور ذرائع کے ساتھ ساتھ حکومت بھی اللہ تعالیٰ نے دی، تاکہ ہدایت علیٰ وجہ الکمال (پورے طور پر مکمل) ہوجائے۔

یہی رنگ خلفائے راشدین مہدیّین کا بھی ہوا، مگر بعد میں جب خلافت جامع کمالات نہ رہی تو صوفیا نے بیعتِ طریقت جاری کی۔ اس میں عہد ہوتا ہے، جو عزم پر اثر ڈالتا ہے، اور خدا کے حضور گناہوں سے توبہ اور نیکیوں پر استقامت کی دعا ہوتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اللہ والوں کی دعاؤں میں تاثیر ہوتی ہے۔

(مجلس یکم شوال المکرّم 1366ھ / 18 / اگست 1947ء، بروز اتوار۔ رائے پور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص 15-214۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، بینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21 راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سید پور روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

سرمایہ داری کا مرکز؛ یہودی خصلت لوگ ہیں

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (8:62)

(کہہ دو! بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو وہ تو ضرور تمھیں ملنے والی ہے۔ پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے، جو ہر چھپی اور کھلی بات کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تمھیں بتائے گا، جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔)

کسی انسان کے لیے موت سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ موت سے ڈرنے والے لوگ موت سے بچ نہیں سکتے۔ وہ نہایت نامعقول فکر میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ دنیا میں جس قسم کی توقعات انھوں نے باندھ رکھی ہیں، وہ مرنے سے پہلے کبھی پوری نہ ہوسکیں گی، بلکہ وہ حسرتیں لے کر ہی مرجائیں گے اور پھر اتنے بڑے قرآنی انقلاب کے پروگرام کو برباد کرنے کی ذمہ داری کی جواب دہی کے لیے خدا کے سامنے حاضر ہوں گے۔ وہ ان کے تمام ظاہری کاموں اور ان کے دلوں کے خفیہ ارادوں کو بخوبی جانتا ہے۔

اس سورت (الجمعہ) کا حاصل یہ ہے کہ قرآن عظیم نے اپنی تعلیم کے لیے دو نمونے پیش کیے: ایک قریش کا اور ایک آرین قوموں کا۔ یہ دونوں قرآن حکیم کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں اور اس تعلیم کو آگے بڑھانے کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گے اور موت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ حضرت مسیحؑ کے حواریّین کا نمونہ تھا، جو قرآن حکیم نے معین کیا ہے۔

اس کے بعد دوسری جماعت یہود کی پیش کر دی گئی ہے، جنھوں نے تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ چناں چہ کام کرنے والوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ ان کے نمونے کی پیروی نہ کریں اور ان سے کوئی مشابہت اپنے اندر پیدا نہ ہونے دیں۔ جس طرح نصاریٰ نے باوجود یہود کے ہاتھوں تکالیف اٹھانے کے، ان کی اس نالائق حرکت میں موافقت نہیں کی، مسلمان بھی اس بُری حرکت میں ان کی موافقت نہیں کریں گے۔

قرآن حکیم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کا نمونہ زندہ کر دیا، مگر وہ یہود کے طرزِ عمل سے بیزار ہے۔ یہود پر ایک دفعہ تو حضرت مسیحؑ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے لعنت پڑی اور دوسری مرتبہ وہ قرآن حکیم کی مخالفت کی وجہ سے ملعون ہوئے۔ ان کی کبھی موافقت نہ کی جائے گی۔ انھوں نے طلبِ دنیا کو اپنی زندگی کا مقصدِ وحید بنا لیا ہے۔ چناں چہ آج سرمایہ داری کا مرکز، یہ یہودی ہیں۔

ہماری سمجھ میں ہندو برہمن یہودیوں کا پورا پورا نمونہ ہیں۔ اگر یورپ میں سرمایہ داری کی مصیبت یہودیوں نے پیدا کر رکھی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان میں ایسے ہندو، جو برہمنوں کے تابع ہیں، سرمایہ داری کی وہی مصیبتیں پیدا کریں گے، جو یہود نے یورپ میں پیدا کیں۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ مل کر کسی شکل میں کام کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر یہ ملکی خدمت میں کوئی اچھا کام کریں تو اس میں بھی ان کے ساتھ شرکت نہ کریں۔ یعنی ان سے قطعی طور پر مستغنی ہو جائیں۔ ہم نے ابھی یہ درجہ اپنے لیے پیدا نہیں کیا۔ بعض اوقات وہ اچھا کام کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان سے علاحدہ رہ کر اتنا اچھا کام نہیں کرسکتے تو ہم اس خاص حرکت میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کا سارا پروگرام مانتے ہیں یا ماننے کے لیے تیار ہیں۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

لمبی عمر اور اچھے اخلاق والے لوگ بہترین ہیں

عن ابی هریرة قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه و سلّم: "أ لا اُنبئكم بخیار كم؟ قالوا: بلٰی!. قال: خیار كم اطولُكم اعمارًا، أحسنُكم أخلاقًا."

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں نہ بتا دوں کہ تم میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ضرور بتلایئے! فرمایا: تم میں سے اچھے وہ ہیں، جن کی عمریں دراز ہوں اور اَخلاق بھی اچھے ہوں۔)

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الآداب، باب فی الرفق والحیاء، الفصل الثالث)

آدمی کی یہ خاصیت ہے کہ جو کچھ کسی اور کو کرتے دیکھتا ہے، خود بھی وہی کرنے لگتا ہے۔ وہ جو مثل مشہور ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ وہ آدمی پر بالکل صادق آتی ہے اللہ کے رسولؐ ویسی ہی زندگی اختیار کرتے ہیں، جیسی وہ دوسروں کو سکھانا چاہتے ہیں۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو بھی یہی نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر دوسروں کو نیک بنانا ہے تو پہلے خود نیک بنو۔ اس حدیث میں بھی بڑی خوبی کے ساتھ حضورؐ نے اس بات کو سمجھایا ہے۔ جس شخص کے اَخلاق اچھے ہوں، اس کا وجود ہی دوسروں کو ٹھیک کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کے دیکھا دیکھی بہت سے لوگ اچھی عادتیں اختیار کرسکتے ہیں۔ خواہ وہ زبان سے کچھ کہے یا نہ کہے۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آدمی پر اُس کا اثر بہت جلد پڑتا ہے، جس کے ساتھ وہ رہتا ہو۔ عقل مند لوگ بچے کی اچھی تربیت کے لیے یہی طریقہ سب سے بہتر سمجھتے ہیں کہ اسے ایسے لوگوں میں رکھا جائے، جو برائیوں کے پاس نہ پھٹکتے ہوں اور ہر وقت اچھے اچھے کاموں میں لگے رہتے ہیں۔

اس حدیث میں اس طریقے کو اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو اچھے اَخلاق رکھتا ہو اور بڑی عمر پائے۔ کیوں ک جب تک وہ زندہ رہے، اس کا اثر دوسروں پر اچھا ہی پڑتا رہے گا۔ اور لوگ اسے دیکھ کر اچھی عادتیں سیکھتے رہیں گے۔

اس حدیث پاک سے اس طرف بھی اشارہ سمجھ میں آتا ہے کہ اچھی سوسائٹی کا قائم ہو جانا انسان کی بہتری کے لیے سب سے زیادہ مفید چیز ہے اور جو شخص اپنی عملی زندگی کا اچھا اثر اپنے پیچھے چھوڑ جائے اور اپنے دوستوں اور شاگردوں کی ایک ایسی جماعت بنا جائے، جس کو دیکھ کر دوسرے لوگ سیدھے راستے پر قائم رہیں تو وہ گویا زندہ ہی ہے۔ اگر یہ جماعت اپنے اثر سے اپنے جیسی ایک اور جماعت بنا جائے، اور پھر یہ سلسلہ یونہی جاری رہے تو دنیا میں امن وامان کی جڑ جم جائے گی۔ ایسا شخص وفات پانے کے بعد بھی اصل زندہ و پائندہ رہے گا۔ اس کے نیک عمل دوسروں کے لیے مشعل راہ رہیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانی زندگی کی صحیح تعمیر و تشکیل کے لیے ایسے اعلیٰ اَخلاق کی ضرورت ہے کہ جس میں لمبی عمروں کے حامل صحت مند افراد موجود ہوں۔ دراصل اَخلاق کی درستگی اور جسمِ انسانی کی صحت مندی میں باہم چولی دامن کا ساتھ ہے اور اسی کے نتیجے میں انسانی عمریں طویل ہوتی ہیں۔ انسانی ہمدردی، خیرخواہی اور معاشرے کے تمام افراد کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ ہی قوموں کی ترقی کی بنیاد بنتا ہے۔ اسی لیے صحت مند، لمبی عمر والے اعلیٰ اَخلاق کے افراد کو بہترین لوگ قرار دیا گیا ہے۔

rahimia.org

اداریہ

''جمہوریت'' کے محافظ اور ''انقلاب'' کے علم بردار!

ایک ''عوامی مارچ'' کے بعد سے ملک گیر سطح پر بحث جاری ہے کہ ملک کے لیے موجودہ جمہوریت اور اس کا تسلسل اہم ہے یا انقلاب وقت کا تقاضا ہے۔ چناں چہ ایک طرف اس نام نہاد جمہوریت کے تحفظ کے دعوے دار سامنے آ رہے ہیں، جو اس فرسودہ نظام کو بچانے کے لیے سرمایہ دارانہ جمہوریت کے بچاؤ کے دلائل دے رہے ہیں۔ دانش ور جمہوری فلاسفی پر لیکچر دے رہے ہیں اور صحافی حضرات اور لیڈرانِ کرام جمہوریت کو بہترین نظام ثابت کرنے پر زور لگا رہے ہیں۔ اس کے لیے برطانوی اور امریکی جمہوریت کے ماڈل تجویز کیے جاتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف عوام کے مصائب و مشکلات حل کرنے کے لیے کچھ نام نہاد انقلاب پسند ہیں، جو انقلاب کے مختلف ماڈل تجویز کر رہے ہیں۔ کوئی مصری برانڈ انقلاب کے لیے نعرہ زن ہے تو کوئی اب سعودی برانڈ اسلام کی بجائے ترکی برانڈِ اسلام کے زیرِ سایہ انقلاب کے لیے بے چین ہے۔ اور کوئی روسی اور چینی برانڈِ انقلاب کی صورت میں سرمایہ داری کی مخالفت کرتا نظر آتا ہے۔ الغرض! اپنے ملک کو چھوڑ کر دیگر ممالک کے کچھ حقیقی اور کچھ نام نہاد انقلابوں کے علم بردار بھی بڑے جوش وخروش سے میدان میں ہیں۔ مسائل اور مشکلات میں گھرے ہوئے عوام کبھی امید کی نظروں سے ''جمہوریت'' کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی اشتعال کے عالم میں ''انقلاب'' کے لیے لگنے والی آوازوں کی طرف دوڑنے لگتے ہیں۔ یہ دونوں طرح کے نعرے باز عوام کو اپنے گروہی اور طبقاتی مفادات کے لیے استعمال کر لیتے ہیں تو لوگ مایوس ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی کنفیوژن بڑھتی جا رہی ہے اور یوں وہ ''جمہوریت'' اور ''انقلاب'' کے نام پر سرمایہ دارانہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پسنے لگتے ہیں۔

ایسے میں بڑی سنجیدگی کے ساتھ شعوری طور پر زمینی حقائق کا ادراک کرنا ضروری ہے۔ دوسرے ممالک کی جمہوریتوں اور انقلابوں سے قطع نظر ہو کر اپنی اس سرزمین برعظیم پاک و ہند کی تاریخی قومی جدوجہدِ آزادی کے تناظر میں درست لائحۂ عمل اختیار کرنے سے ہی اس کنفیوژن کا خاتمہ ممکن ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام قائم ہے۔ جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور ان کے گماشتہ ایجنٹوں کی موجودگی میں کیا حقیقی جمہوریت ممکن ہے؟ اس پس منظر میں اگر نام نہاد جمہوریت، جمہور عوام کو روٹی روزی سے محروم رکھ رہی ہے اور مفاد پرست طبقات پھل پھول رہے ہیں تو ''جمہوریت چہ معنی دارد؟''۔ جمہوریت کا مطلب جمہور عوام کے مجموعی فائدے کا نظام قائم کرنا ہوتا ہے۔ سیاسی اور معاشی حوالے سے ان کے لیے امن اور معاشی خوش حالی ضروری ہوتی ہے، جب کہ پاکستان میں سرمایہ دارانہ جمہوریت سوائے بدامنی اور بھوک کو فروغ دینے کے اور کیا نتائج پیدا کر رہی ہے۔

یہی حال انقلابات کے حوالے سے ہے۔ کیا دھرتی کے قومی تقاضوں کو نظرانداز کر کے سامراجی اشاروں پر برپا ہونے والے مصری اور دیگر ممالک کے انقلابی برانڈ ہمارے مسائل کا حل ہیں؟ اولاً تو یہ ہے کہ ہر علاقے اور قوم کے اپنے مخصوص تقاضے ہوتے ہیں۔ ہر قوم کے مخصوص قومی تناظر میں ہی انقلابی جدوجہد نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حالیہ دنوں میں جن انقلابات کا غلغلہ بلند کیا گیا ہے، وہ حقیقت میں انقلاب نہیں، بلکہ سرمایہ داروں کی جنگِ زرگری کے نئے انداز ہیں۔ عالمی سرمایہ داری نظام کی حکمت کاری ہے، جو بدلتے دور کی ضرورت ہے۔ ایسے میں کسی اور ملک اور علاقے میں ہونے والی تبدیلیوں کو ماڈل انقلاب قرار دے کر اپنے ملک کے تاریخی اور معروضی حقائق نظرانداز کر دینا اور نام نہاد انقلابی سراب کے پیچھے بھاگنا درست نہیں ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ نام نہاد جمہوریت پسندوں اور خودساختہ انقلابیوں کی نعرے بازی کے سحر سے نکلا جائے۔ اور اس دھرتی کی قومی تاریخِ حریت کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح لائحۂ عمل اور شعوری جدوجہد سے ہی موجودہ مشکلات اور مصائب کا حل ممکن ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ اس دھرتی کی قومی آزادی کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔

برعظیم پاک و ہند کی غلامی کے زمانہ (1757ء تا 1947ء) میں اس خطے کے حریت پسندوں نے قومی جمہوری بنیادوں پر آزادی و حریت کے لیے بڑی انقلابی جدوجہد کی ہے۔ خاص طور پر غلامی کے آخری پچاس سالہ دور میں عدمِ تشدد کی حکمتِ عملی اور قومی سوچ کے ساتھ جمہوری انداز میں انقلابی تقاضوں کو پورا کیا گیا۔ آزادی ایسے ہی حاصل ہوئی۔ اس دور میں حریت پسند جماعتوں کے مابین ضمنی اختلافات کے باوجود یہ بات متفقہ طور پر پیشِ نظر رہی کہ عدمِ تشدد (Non violence) کی حکمتِ عملی کے ساتھ عوامی اور تنظیمی طاقت کے ذریعے غلامانہ نظام کو آزادی اور حریت میں تبدیل کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ چناں چہ اس برصغیر میں جس نوعیت کی بھی آزادی ملی، وہ عدمِ تشدد کے ساتھ منظم جدوجہد کے نتیجے میں مذاکرات اور ڈائیلاگ کے عمل کے ذریعے ملی ہے۔ اس تاریخی جدوجہد کے تناظر میں ہمارے ملک کی بنیادی ضرورت یہ ہے کہ دیگر ممالک کے سامراجی اثر سے نکل کر قومی بنیادوں پر شعوری انداز سے آگے بڑھنے کا عزم کریں۔ نیز سرمایہ دارانہ آمریت کے بجائے ادارتی بنیادوں پر جمہوری انداز سے اپنے آپ کو منظم کریں۔ اور یہ کہ قومی جمہوری جدوجہد ایک ایسے انقلاب انگیز عمل کو مہمیز دے، جس سے غلامی پر مبنی موجودہ سرمایہ دارانہ نظام سے نجات حاصل ہو اور سیاسی، سماجی اور معاشی نظام؛ انسانیت دوست، عدل پرور، امن وامان، معاشی خوش حالی اور اجتماعی ترقی کا ضامن ہو۔ آج ہماری ضرورت قومی نقطہ نگاہ اپناتے ہوئے جمہوری انداز و اسلوب کے ساتھ انقلابی جدوجہد کو فروغ دینا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس خطے کے عظیم انقلابی مفکر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے سلسلے سے وابستہ ولی اللّٰہی فکر کے حامل علمائے ربانیین اور رہنمایانِ قوم نے اس دھرتی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے قومی جمہوری انقلاب کا ایک واضح نظریہ دیا ہے۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ایسے قومی رہنماؤں نے اس دور کے مسائل کے حل کا یہی راستہ بتلایا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ملکی نظام کے لیے قومی جمہوری اساس کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ''قوم کے عقل مند اور منتخب افراد کا اجتماع ملکی نظم ونسق چلائے۔'' اس نظریے کے مطابق قومی نقطہ نگاہ اپنانا ضروری ہے، جب کہ دیگر سامراجی اقوام کی ڈکٹیشن پر ''جمہوریت'' یا ''انقلاب'' کا لبادہ اوڑھنا، قومی سوچ سے عاری ہونا ہے۔ جمہوریت اور انقلاب کا غیرملکی ماڈل قومی تقاضوں کے منافی ہے۔ اپنی قومی صورتِ حال کی معروضیت اور اس دھرتی کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہر تحریک خواہ انقلابی ہو یا جمہوری، اگر غیرقومی سوچ کی حامل اور سامراجی ممالک کے زیرِ اثر ہے تو غلط ہے۔ قومی سوچ کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ جمہور عوام کے مفاد کا نظام قائم ہو یعنی اکثریتی طبقے کے فائدے کا ادارتی نظام صحیح جمہوری انداز میں قائم ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی جماعتیں، خاندانی لمیٹڈ کمپنیوں کی بجائے مظلوم عوام کی شراکت کے ساتھ ادارتی بنیادوں پر کام کرنے کی طرح ڈالیں۔ ہمارے گرد و پیش میں نام نہاد جمہوریت پسند اور انقلاب کے لیے نعرہ زن افراد اور گروہ قومی جمہوری اور انقلابی تقاضوں سے ناآشنا ہیں۔ چناں چہ غیرقومی سوچ کے ساتھ جمہوریت کے محافظین اور بدیسی انقلاب کے علم بردار یکساں طور پر سوسائٹی کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ملک کے باشعور اور سنجیدہ افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس دھرتی میں قومی جمہوری اساس پر انقلابی جدوجہد کرنے والے رہنماؤں کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ اور قومی مسائل کے حل کے لیے شعوری بنیادوں پر قومی جمہوری سوچ کے ساتھ انقلابی جدوجہد کے لیے کام کریں۔

مدیر اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع ومسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

دینی شعور و فقاہت کی اہمیت اور تقاضے

(مؤرخہ 9/نومبر 2012ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: (مولانا) نفیس مبارک

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسوله الكريم، امّا بعد: قال اللّٰہ تبارک تعالیٰ: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿122:9﴾ صدق اللّٰہ مولانا العظیم

معزز دوستو! دین اسلام کی جامعیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کے ہر پہلو کو درست تناظر میں سمجھا جائے اور ایسا فہم وشعور پیدا کیا جائے کہ جس کے نتیجے میں دین اسلام کا عملی نظام انسانی سوسائٹی کا حصہ بنے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے جو دین مقدس نازل کیا ہے، اُس کا مخاطب انسانیت ہے اور انسانیت کی ایسی جماعتیں ہیں، جو عقل وشعور اور فہم وبصیرت کے ساتھ دین اسلام کو درست تناظر میں سمجھیں اور سوسائٹی کو سمجھائیں۔ دنیا میں کوئی نظام اس وقت تک قائم نہیں ہوتا، جب تک کہ نظام کو چلانے کی صلاحیت رکھنے والے افراد موجود نہ ہوں۔ دین اسلام کا ایک پہلو انسانیت کی فلاح کی عمومی تعلیم کا ہے، جس کے ذریعے سے انسانی مسائل اور عوامی مشکلات دور کی جاتی ہیں۔ جب کہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسانوں میں ایسی تربیت یافتہ جماعت کا موجود ہونا لازمی اور ضروری ہے، جو سوسائٹی کی مشکلات کو درست تناظر میں سمجھے اور اُن کے حل کرنے کے لیے اقدامات کرے۔ اس لیے مسلمان جماعت کو قرآنِ حکیم نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ اُن میں ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت ضرور موجود ہونی چاہیے، جو دین کی سمجھ، شعور اور فہم وبصیرت کی حامل ہو۔

قرآنِ حکیم نے مسلمان جماعت پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ اُن کے دل میں دین کے شعائر کی عظمت واہمیت پیدا ہو، جس سے ان کی اجتماعیت قائم ہو۔ کوئی بھی نظریہ اجتماعی طاقت کے بغیر اپنی حیثیت نہیں منوا سکتا۔ دنیا میں معاشروں کی درستگی کے لیے ضروری ہے کہ اجتماعی طاقت کا اظہار ہو۔ افراد کی اجتماعی قوت اُس نظریے کے بہت سے پہلوؤں سے وابستگی کا اعلان کرتی ہے۔ دین اسلام کا نظریہ خدا پرستی اور انسان دوستی کا ہے۔ اللہ سے سچا تعلق قائم کرنے اور انسانیت کی خدمت کرنے کا ہے۔ ہر عبادت خدا پرستی کا مظہر بھی ہے اور انسان دوستی کے حوالے سے عظمت وتنویہِ شان بھی لیے ہوئے ہے۔ دین کی تمام عبادات؛ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اللہ کی بڑائی اور عظمت بھی لیے ہوئے ہیں۔ اسی کے ساتھ ان سے انسانی اجتماع کی اجتماعی طاقت وقوت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ جمعۃ المبارک کے اجتماعات قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ حج کا ایک بین الاقوامی اجتماع مقرر کیا گیا۔ یہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے کہ جو بھی صاحبِ استطاعت ہو، وہ حج کے لیے ضرور جائے۔ معاشروں کی شناخت اُن کے شعائر، اُن کی ظاہری سربلندی کا اظہار، عبادات کے انھی اجتماعات کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

اسی طرح خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات، جیسے کہ عدل وانصاف کے تحت مالی لین دین، سماجی معاہدات اور سیاسی نظام ہائے حیات تشکیل پذیر ہونے چاہئیں۔ ان تمام معاہدات میں اللہ کا ڈر اور خوف اور انسانی اجتماع کے اجتماعی مسائل حل کرنے کا جذبہ موجود ہونا چاہیے۔ دین کی تعلیمات کا یہ ایک عمومی پہلو ہے، جو ہر مسلمان کو اپنانا ہے۔

سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح کی جس درجے کی اجتماعیت قرآنِ حکیم کو مطلوب ہے، اس کے لیے ایک باشعور دینی فہم اور بصیرت رکھنے والی جماعت کی ضرورت ہے۔ ہر اجتماع جب بھی تشکیل پذیر ہوگا تو اس کو چلانے کے لیے ایک تربیت یافتہ باشعور جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسی ٹیم کی ضرورت ہوگی، جو اُس اجتماع کو منظّم رکھے۔ اُس کے امور طے کرے، اُس کو مجتمع رکھنے کے لیے حکمتِ عملی طے کرے۔ اُس اجتماع کے راستے میں اگر کوئی رکاوٹ موجود ہو تو اُس رُکاوٹ کو دور کرنے کا طریقہ سوچے۔ سیکیورٹی کے مسائل ہوں تو اُنھیں پیش نظر رکھ کر اُس کا حل سوچے۔ کوئی اجتماع منظّم ٹیم کے بغیر پورے طور پر وجود میں نہیں آتا۔ افراد کا ایک جگہ پر ہزاروں یا لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جانا اور انفرادی اعمال کا اظہار کر لینا کافی نہیں ہے۔ اُس اجتماع کو منظّم کرنے والی ایک ٹیم کی ضرورت ہے، جو اپنے نظریے اور اَہداف کی بنیاد پر ایسی فقاہتِ دینی، ایسا فہم وشعور حاصل کرے اور اُس میں ایسی مہارتیں موجود ہوں کہ جو اُس اجتماعی نظم ونسق کو صحیح طور پر قائم کرے۔ مسلمان معاشرے کے اجتماعی مسائل کیا ہیں؟ اُسے اس وقت کون سے چیلنجز درپیش ہیں؟ سیکیورٹی کے خدشات کہاں کہاں پر ہو سکتے ہیں؟ اُس اجتماع کی جان، مال، عزت آبرو کو خطرہ کہاں کہاں ہو سکتا ہے؟ یہ اُس ٹیم اور اُس منظّم پارٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان تمام خطرات سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایسے اقدامات کرے، جس سے ہر سطح کی اجتماعیت درست طور پر قائم ہو۔

خطبے میں پڑھی گئی آیتِ مبارکہ سورتِ توبہ کی ہے۔ سورتِ توبہ دین اسلام کے غلبے کے قومی اور بین الاقوامی جدوجہد کی مظہر ہے۔ اس کا بنیادی موضوع ہی یہ ہے۔ مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس فتح میں کن کن بنیادی اقدامات کو سامنے رکھا گیا۔ قومی سطح کی جنگ کے قواعد وضوابط اور اصول کیا ہیں، وہ سورتِ انفال اور توبہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں اور انسانیت کو اگر کسی بین الاقوامی طاغوتی طاقت وقوت سے مزاحمت کا سامنا ہے، تو اس کے مقابلے میں اُسے کیا حکمتِ عملی اپنانی ہے؟ اس کا طریقۂ کار اس سورت میں بیان ہوا ہے۔ بین الاقوامی غلبے کے لیے ہونے والے غزوۂ تبوک کا تذکرہ کیا ہے۔ اس آیت میں قرآن حکیم نے ایک اہم بات ارشاد فرمائی: تمہاری سوسائٹی کی ہر تحصیل، شہر، ضلع اور علاقے کی جو بھی اجتماعیت ہے، اُس کے ہر ہر علاقے میں سے ایسی جماعت کیوں تیار نہیں ہوئی؟ جو لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ کہ وہ دین میں سمجھ اور شعور حاصل کرے۔ محض لڑنا بھڑنا یا چند عملی افعال کر لینا، کافی نہیں ہے۔ ان تمام اعمال کو منظّم کرنے والی ایک ٹیم کی ضرورت ہے، جو دین کے مقاصد واہداف کو سامنے رکھ کر اپنے دور کے مطابق حکمتِ عملی تشکیل دے اور علمی اور عملی حوالے سے سیاسی شعور اور دینی فقاہت حاصل کرے۔ اور اس کی اساس پر سوسائٹی کی سیکیورٹی کو یقینی بنایا جائے۔ اس کو امن مہیا کیا جائے۔ اُسے تحفظ فراہم کیا جائے۔ اُس کے سیاسی، معاشی معاملات کا حل تلاش کیا جائے۔ طریقۂ کار وضع کیا جائے۔

دین میں تفقہ، فہم وشعور کے لیے ایک تربیت یافتہ جماعت کا موجود ہونے کی قرآنِ حکیم نے بڑی اہمیت بیان کی ہے۔ دو بنیادی کام اس جماعت کے ذمے ہیں: ایک تو یہ کہ اُسے دین کا فہم وشعور حاصل کرنا ہے۔ ”فقہ“ عربی میں کسی بات کی کھوج لگانے اور حقائق تلاش کرنے کو کہتے ہیں۔ لفظی معنی ہے ”کوئی چیز تلاش کرنے کے لیے زمین کریدنا“۔ تفقہ یا فہم وبصیرت اور

فقاہتِ دینی کا مطلب حقائق کی تلاش کرنا اور درست تناظر میں معاملے کو سمجھنا ہے۔ دین کے احکامات کا وسیع تر تناظر سامنے رکھنا، سوسائٹی کے مسائل کا ادراک ہونا، اُن وسائل کے حل کرنے کا طریقہ سوچنا، اُس کے امن وامان، جان مال، عزت آبرو کے تحفظ کی حکمتِ عملی بنانا، یہ "تفقّہ فی الدین" ہے۔ قرآنِ حکیم نے کہا: ہر ایک علاقے میں، ہر ایک فرقے میں، ہر ایک قبیلے میں، ہر ایک برادری میں، ہر ایک شہر اور مقام میں ایک ایسی ٹیم ضرور ہونی چاہیے کہ جو دین میں فہم وشعور اور مہارت رکھتی ہو۔ اُس کی دینی تعلیم اونچے درجے کی ہو۔ اُسے دین کے فہم وبصیرت کے حوالے سے مکمل مہارت حاصل ہو۔ اس جماعت کا دوسرا کام یہ ہے کہ اُس فہم و بصیرت کی روشنی میں اپنی قوم کو اس کے غلط اعمال کے نتائج سے ڈرائے اور سوسائٹی کو جو خطرات لاحق ہیں، اُن سے بچاؤ کی حکمتِ عملی بنائے۔ اور جو خطرات لاحق ہیں، ان سے ہر سطح کی اجتماعیت کو چلانے والے طبقوں کو ڈرائیں۔ وہاں کون لوگ ہیں، جو چور، ڈاکو، لٹیرے انسانیت دشمن، بدامنی پھیلانے والے، سیکیورٹی کے مسائل پیدا کرنے والے ہیں، ایسے لوگ جن سے امن وامان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، ان سے آگاہ کریں۔ سرمایہ پرست قوتیں لوگوں کے مال و دولت لوٹنے کے لیے کوئی طریقۂ کار سوچ رہی ہیں، تو اُس کے بارے میں اپنی قوم کو آگاہ کریں کہ آج اجتماعیت کو یہ خطرہ لاحق ہے، آج تمھیں یہ چیلنج درپیش ہے۔ جب اپنی قوم میں جائیں تو وہ اُس کو یہ رہنمائی دیں کہ قوم کے قومی مسائل، اُس کے علاقائی مسائل اور مشکلات کیا ہیں اور انھیں حل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

دین اسلام نے مسلمانوں کی ذمہ داری لگائی ہے کہ اُن کے اندر ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت موجود ہو، جو سوسائٹی کو مجموعی طور پر ترقی دینے کے لیے کردار ادا کرے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ اس وقت تک ترقی نہیں کرتا، جب تک کہ ہر شعبے کے اعلیٰ درجے کے ماہرین اُن کے اندر موجود نہ ہوں۔ میڈیکل سائنسز کے اعلیٰ درجے کے پروفیسر، ریسرچ کرنے والے، تحقیق وتفتیش کرنے والے لوگ موجود نہ ہوں تو دور کے تغیرات وتبدلات کے ساتھ انسانی صحت کو یقینی نہیں بنایا جاسکتا۔ ایک عام آدمی کو صحت کے معاملات کے بارے میں صرف یہ رہنمائی دے کر کہنا کہ وہ اس کے مطابق کھائے پیئے یا ادویات استعمال کرے یا پرہیز کرے۔ محض اس ہدایت سے سوسائٹی ترقی نہیں کرے گی۔ یہ عمومی عمل تو ہر آدمی کو کرنا ہے۔ اس سوسائٹی میں رہنے والے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ حفظانِ صحت کے عمومی اصولوں کو سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ ایسی چیز استعمال نہ کرے، جو جسم انسانی کو نقصان پہنچائے۔ لیکن کیا اسی سے محض سوسائٹی کی صحت کے تمام مسائل حل ہوسکتے ہیں؟ نہیں! میڈیکل کالجز کی ضرورت ہے، جہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ تربیت یافتہ ڈاکٹر تیار ہوں، جو صحت کے حوالے سے تمام امور پر پوری مہارت اور کمانڈ رکھتے ہوں۔ جنھوں نے اپنے سے پہلے ماہرین کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ سیکھا ہو۔ اگر وہ جماعت موجود نہیں ہے تو اگلے پانچ دس سال کے بعد صحت کا نظام بگڑ جائے گا۔ یہی حال تمام شعبوں کا ہے۔ ایسے ہی دینی اعمال کے چند عمومی پہلو ہیں۔ یہ عمومی پہلو ہر ایک کے لیے ہیں، سب لوگ بس اُسی کو ہی کرتے رہیں، پرائمری ہی پڑھتے رہیں، مڈل ہی پڑھتے رہیں، آگے کی تعلیم کے لیے کوئی تربیت یافتہ ٹیم تیار نہ کریں۔ یہ بہت بڑی خرابی کی بات ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ: "من یرد اللّٰہ به خیرًا، یفقّهه فی الدّین." جس قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، تو وہاں سمجھ بوجھ، عقل وشعور، فہم وبصیرت، تدبر رکھنے والے افراد پیدا کرتا ہے، وہ سوسائٹی کے لیے نعمت ہوتے ہیں۔

> دین تربیت یافتہ، غلبے کا نظریہ اور فقاہت، سمجھ اور فہم وشعور رکھنے والی منظم جماعت کے ذریعے سے غالب آتا ہے۔ صحابہؓ کی تین سو تیرہ کی جماعت ہو یا فتح مکہ کے وقت دس بارہ ہزار کی جماعت ہو یا دنیا سے حضورؐ کی رخصتی کے وقت ایک لاکھ کم وبیش صحابہ کی طاقت وقوت ہو، وہ ایسی تربیت یافتہ، فقاہت دینی اور سمجھ رکھنے والی جماعت تھی، جس نے دنیا بھر میں دین کے غلبے کا راستہ ہموار کیا۔

دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ور قوم، انسانی سماج کی تعمیر وتشکیل اور ترقی کے لیے مسلسل تحقیق اور ریسرچ کا کام کرتی ہے۔ آج میڈیکل سائنسز جس جگہ پر ہیں، اگر انسانیت یہ سمجھے کہ بس اتنا کافی ہے، یہ تحقیق وریسرچ کے ادارے بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ درست بات نہیں ہے، اگلے دور کے چیلنجز کے لیے نئی تحقیقات وتفتیشات کی ضرورت ہے، سمجھ اور فہم کی ضرورت ہے۔ یہی معاملہ دین کا ہے۔ اور یاد رکھیے! یہ تفقہ اور بصیرت محض کتابیں پڑھنے سے نہیں آتی، محض لٹریچر پڑھنے سے نہیں آتی۔ اگر ایسا ہوتا تو دنیا میں کوئی میڈیکل کالج ضروری نہ ہوتا، کوئی انجینئرنگ یونیورسٹی کی ضرورت نہ ہوتی۔ لوگ خود ہی کتابیں پڑھ لیتے، خود ہی علم حاصل کرلیتے۔ دین کی فہم وبصیرت کے حصول کا ایک طریقۂ کار ہے۔ دینی علم وشعور سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے۔ انسان عملی طور پر کام کرنے سے سمجھتا ہے۔ کہ یہ کام کیسے سرانجام دینا ہے۔ کتاب عمل کے تمام پہلو نہیں سمجھا سکتی۔ وہ بہت محدود دائرے میں کچھ بنیادی قاعدے اور ضابطے تو بتلاتی ہے، لیکن اس کے جو بے شمار عملی پہلو ہیں، اُن کا فہم وبصیرت کسی عمل سے گزرنے کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔ اسی لیے "تفقّہ فی الدین" کہا گیا۔ دین کی قرأت یا محض کتاب کی قرأت کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ قرأت تو ہر ایک کو کرنی ہے۔ ہر ایک کو پڑھنی ہے، لیکن دینی تفقہ رکھنے والی جماعت کو اس کی سمجھ اور مہارت پیدا کر کے سوسائٹی کے مسائل کے حل کرنے کے اقدامات کرنے ہیں۔ یہ اہم ترین بات ہے۔ تو اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اُس کے اندر تفقہ پیدا کرتا ہے، فہم وبصیرت اور سمجھ پیدا کرتا ہے۔ اور وہ سمجھ اُن ماہرین کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتی ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ آج ہمارے دور کے چیلنجز کیا ہیں، ہماری قوم کو کون سی مشکلات درپیش ہیں۔ ہم بدامنی کا کیوں شکار ہیں؟ ہم مسائل کے گرداب میں کیوں مبتلا ہیں؟ اس بات کا تجزیہ کریں۔

آج مسلمان معاشروں کا جو سب سے بڑا المیہ ہے، وہ یہ ہے کہ ہماری اکثریت دین کے عمومی یا اجتماعی اعمال تو قبول کرتی ہے اور اُسی کے لیے ساری محنت ہے۔ مسلمان حکومتیں بھی اسلام کے نام پر چند نمائشی اقدامات کرتی ہیں کہ اُن کا تعلق بھی محض ظاہری اعمال اور چند افعال اور رسومات کے ساتھ ہے۔ ہماری مسجدیں ہیں، ہمارے مدرسے ہیں، ہمارے دین کے پھیلانے والے مختلف گروہ اور جماعتیں ہیں، وہ پرائمری سطح کی تعلیم کو ترجیح دیتے ہیں کہ جی بس اس کو پھیلاؤ اور اسی تک محدود رہتے ہیں۔ اُس سے آگے کی بات سوسائٹی میں سے خارج ہے۔ کسی سکول میں چلے جایئے، کسی کالج میں چلے جایئے، کسی مسجد میں چلے جایئے، کسی مدرسے میں چلے جایئے، کسی تبلیغ کے دائرے کے اندر داخل ہوجایئے، آپ دیکھئے کہ وہ سوائے پرائمری سطح کی تعلیم دینے کے، آگے نہیں بڑھتے۔ اگلے اقدامات کیا ہیں، اس کے لیے تربیت یافتہ اور مہارت والی جماعت کی ضرورت اور اس کے لیے اقدامات کیا کرنے ہیں، وہ پیشِ نظر نہیں۔ اب

ساری قوم صرف پرائمری ہی پڑھتی رہے تو اس کے اجتماع کے اجتماعی مسائل کون حل کرے گا۔ پھر یہ طرزِ عمل کسی درجے میں اس وقت درست ہوسکتا تھا کہ جب اجتماعی سطح پر مسلمان معاشروں کا نظام درست ہوتا۔ حکومتی نظام اسلام کا ہوتا۔ سیاسی اور معاشی نظام درست ہوتا۔ سوسائٹی کے مجموعی مسائل حل ہورہے ہوتے تو کہا جاسکتا تھا کہ اس زمانے کے مطابق نظام تو موجود ہے، اب جو کمی کوتاہی موجود ہے، اس کو دور کرنے کے لیے یہ ابتدائی اعمال کیے جائیں، کسی اصلاح کے نظریے کے تحت کام کیا جائے تو نتائج درست نکلیں گے۔

یہ بات ہم متفقہ طور پر مانتے اور تسلیم کرتے ہیں اور کوئی فرد اس سے انکار نہیں کرتا کہ ہماری سوسائٹی کا نظام اسلام کا نہیں ہے۔ ہمارا بازار، ہماری سیاست، ہماری معیشت، ہماری تہذیب، ہماری سوسائٹی کے اجتماعی اعمال اسلام کے نہیں ہیں۔ وہ عالمی سرمایہ داری نظام کے، ظلم وستم قائم کرنے والی قوموں اور قوتوں کے ہیں۔ اور سوسائٹی کو مسائل کے گرداب میں گھیرنے والی طاغوتی طاقتوں کے ہیں۔ اس لیے تو ہم روز شور مچاتے ہیں کہ آج ہمارا یہ مسئلہ حل نہیں ہے۔ سوسائٹی کے ایسے معمولی معمولی مسائل، جو قومیں کبھی کی حل کرچکیں، وہ ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ آپ دیکھئے کہ ان تمام مسائل کی موجودگی کے باوجود ہم خوابِ غفلت میں مبتلا ہیں۔ ایک سمجھ دار، عقل مند، نظریے پر گرفت رکھنے والی، دین کی فقاہت رکھنے والی جماعت کی تیاری کی کوئی فکر نہیں۔ اس کے لیے کوئی اقدام نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جی آج مسلمانوں میں عقل نہیں رہی کہ ہم ان کو زیادہ مشکل باتیں سمجھائیں۔ زیادہ مشکل باتیں کریں گے تو وہ ہمارا وعظ سننے نہیں آئیں گے۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ مشکل باتیں کرنی چھوڑ دی جائیں۔ یعنی سب کے سب ابتدائی درجے کی تعلیم حاصل کرکے صرف سرمایہ داری نظام کے لیے مزدوریاں کریں، اُسی کے لیے کام کریں، اقدامات کریں۔ یعنی ہم نے اپنی اجتماعی عقل کی پستی تسلیم کرلی کہ ہم ذہنی طور پر پست ہیں۔ اس لیے کوئی عقل کی بات، سمجھ کی بات ہم بتلانا نہیں چاہتے۔ بے عقلی کی باتیں بہت بتلائیں گے۔ سر دُھننے، رسومات اختیار کرنے، محض ظاہری نمود ونمائش کے اعمال پر وعظ بھی کہیں گے، لیکچر بھی دیں گے، تحریرات بھی لکھیں گے۔ تبلیغات بھی کریں گے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھیں گے۔ اگر کہا جائے کہ بھئی دین کی فقاہت اور سمجھ کے حوالے سے اعلیٰ نظریہ اور شعور اور سوسائٹی کے مسائل کے حل کرنے کرنے کی عقل پیدا کرنے کی بات کرو، کہتے ہیں یہ مشکل بات ہے۔ یہ مشکل مرحلہ ہے۔ بھئی! مشکل مرحلہ جب تک عبور نہیں کیا جاتا، اُس وقت تک سوسائٹی ترقی کیسے کرے گی۔

آج ہم بدامنی کی حالت میں ہیں۔ کیا ہمیں امن و مان قائم کرنے اور اس کے برقرار رکھنے والی قوت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ آج ہم معاشی استحصال، لوٹ گھسوٹ کا شکار ہیں۔ ہمارے وسائل دنیا کی عالمی سامراجی طاقتیں لوٹ لوٹ کرلے جارہی ہیں۔ کیا ان کے سامنے بندھ باندھنے، اس کے مقابلے میں ایک جرأت مند، آزادیٔ وحریت کی سوچ رکھنے والی جماعت کی تیاری کی ضرورت نہیں ہے؟ یا ہم نے اپنا لٹنا قبول کرلیا؟ اپنی اس مرعوبیت کو تسلیم کرلیا؟ آج ہماری تہذیب وکلچر کے پرخچے اڑائے جارہے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کی تہذیب و کلچر، سرمایہ پرستی کی لعنت ہماری سوسائٹی پر مسلط ہے۔ ہمیں اس کے مقابلے میں کسی فہم وشعور اور بصیرت، کسی تربیت اور جرأت و ہمت، کسی اجتماعی طاقت وقوت، کسی منظّم جماعت کی ضرورت نہیں رہی؟ جس قوم میں یہ اعصابی طاقت وقوت ختم ہوجائے، اس کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔ وہ زوال کا شکار ہوجاتی ہے۔ وہ غلامی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم صرف آزادی کی بڑھک لگاتے ہیں اور غیرت کو کسی طاقچے میں بند کرکے رکھ دیا ہے۔ قومی وقار کے نام پر واویلا کیوں ہے؟ پستی کا رونا کیوں روتے ہیں؟

> ایک تربیت یافتہ، منظّم، باشعور، فقاہت اور سمجھ رکھنے والی جماعت کا تیار کرنا، دین اسلام کی تعلیمات کے غلبے کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تصوف اور طریقت کا بھی آخری منتہا فقاہتِ دینی ہے۔ تصوف کسی ظاہری رسومات اور وظائف کرلینے کا نام نہیں ہے۔

پستی سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ دین کی ایسی سمجھ، فہم وشعور اور بصیرت حاصل کی جائے، ایسی تربیت یافتہ جماعت منظّم کی جائے، جو نہ صرف اپنے دین کا فہم وشعور رکھے، بلکہ اپنے دور کے معروضی حقائق ومسائل کا جائزہ لے کر اُس کو حل کرنے کے لیے اقدامات کرے۔ ورنہ بیس بیس تیس تیس لاکھ کے مجمعے دنیا کے اندر کوئی امن پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان مجمعوں کے پیچھے کوئی تنظیمی طاقت وقوت نہیں ہے۔ وہ آج کے بدامن سامراجی قوتوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یہاں تیس چالیس لاکھ انسان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ دنیا میں شیطانی ممالک کے آٹھ سربراہان، G-8 جمع ہوتے ہیں اور سامراجی سوچ کے ساتھ سرمایہ داریت کے فروغ کے لیے ایک فیصلہ کرتے ہیں، وہ پوری دنیا میں نافذ العمل ہوجاتا ہے۔ پوری دنیا اس فیصلے سے متأثر ہوتی ہے۔ اور یہاں اسلام کے ٹھیکے دار چند رسومات اور چند پرائمری سطح کی باتیں کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ اسلام پھیل گیا۔ اسلام کا غلبہ ہوگیا۔ اٹھارہ کروڑ لوگوں کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے چند ڈائریکٹر اور چند افراد کنٹرول کرتے ہیں اور اپنے اہداف اور مقاصد حاصل کرلیتے ہیں۔ غیر منظّم اٹھارہ کروڑ بھیڑ بکریاں بن کر اس کے مقابلے کی سکت نہیں رکھتیں۔

دین تربیت یافتہ، غلبے کا نظریہ اور فقاہت، سمجھ اور فہم و شعور رکھنے والی منظّم جماعت کے ذریعے سے غالب آتا ہے۔ صحابہؓ کی تین سو تیرہ کی جماعت ہو یا فتح مکہ کے وقت دس بارہ ہزار کی جماعت ہو یا دنیا سے حضورؐ کی رخصتی کے وقت ایک لاکھ کم وبیش صحابہ کی طاقت وقوت ہو، وہ ایسی تربیت یافتہ، فقاہتِ دینی اور سمجھ رکھنے والی جماعت تھی، جس نے دنیا بھر میں دین کے غلبے کا راستہ ہموار کیا۔ محض خواہشات اور تمناؤں اور چند رسومات وعبادات، چند ابتدائی اور پرائمری سطح کے اعمال کرنے سے نہ دین کا غلبہ ہوسکتا ہے اور نہ دین کے بقا کی کوئی بھی حکمتِ عملی کامیاب ہوسکتی ہے۔ ایک تربیت یافتہ، منظّم، باشعور، فقاہت اور سمجھ رکھنے والی جماعت کا تیار کرنا، دین اسلام کی تعلیمات کے غلبے کا بنیادی تقاضا ہے۔ یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تصوف اور طریقت کا بھی آخری منتہا فقاہتِ دینی ہے۔ تصوف کسی ظاہری رسومات اور وظائف کرلینے کا نام نہیں ہے۔ حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے صاف طور پر فرمایا کہ: تصوف کا آخری نتیجہ ایسی فقاہتِ دینی، یعنی ایسی سیاسی، معاشی، سماجی عقل وشعور اور فہم وبصیرت کا پیدا ہونا ہے، جس کے ذریعے سے دین کے غلبے کی حکمتِ عملی سامنے آئے۔ سوسائٹی کے مسائل حل ہوں۔ آج ہم عزت وافتخار حاصل کرنا چاہتے ہیں، دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو دین کے غلبے کے نظریے کے ساتھ ایک تربیت یافتہ، باشعور اور منظّم جماعت کی تیاری کو اپنا مطمحِ نظر بنا کر جدوجہد اور کوشش کریں گے تو نتیجہ ہمارے سامنے آئے گا۔ دنیا کی کامیابی بھی ہوگی اور آخرت کی کامیابی بھی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

rahimia.org

تعزیتی تأثرات

از حضرت سید مطلوب علی زیدی

اور قیامت ٹوٹ پڑی - - - - -

(یادیں اور تأثرات بیادِ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ)

26/ستمبر 2012ء، صبح 9:45 بجے فون کی گھنٹی بجی۔ اٹینڈ کیا تو شیخ شہزاد صاحب بولے کہ ہمارے شیخِ مشفق حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کا وِصال ہوگیا۔ إنّا لِلّٰہ و إنّا إلیہ راجعون۔ اُف اللہ! یہ کیا ہوا۔ سارا جسم لرز کر رہ گیا۔ بے اختیار آنسوؤں کا دریا اُمڈ آیا۔ رو رو کر طبیعت ہلکان ہوگئی۔ ساری دنیا سونی ہوگئی۔ رونا تھا کہ تھمتا نہیں تھا۔ بندۂ ناچیز کا ساٹھ سالہ تعلق، ایک زمانہ دوستی کا، پھر ایک زمانہ فکری و سیاسی رہنمائی کا، پھر ایک مدت شیخ ثالث کی حیثیت سے گزری۔ تینوں ہی ادوار میں اتنی شفقت و محبت کہ جس کا جواب نہیں۔

پہلی ملاقات 1951ء میں اس وقت ہوئی، جب میرے شیخ اول حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کا قیامِ پاکستان آمد پر محمد شفیع قریشی صاحب کی رہائش گاہ ویسٹریج راولپنڈی میں ہوا۔ ہمارا قیام بھی اس وقت راولپنڈی میں ہی کشمیری بازار میں تھا۔ (تقسیم کے بعد پاکستان آکر ہماری فیملی 1947ء میں راولپنڈی ہی میں مقیم ہوئی۔ 1959ء تک ہم پنڈی میں ہی رہے۔ میں نے 1958ء میں میٹرک بھی یہیں کیا۔ پھر معاش کے حوالے سے کچھ عرصے کے لیے پشاور رہنا ہوا۔ بعد ازاں 1962ء کے اواخر میں لاہور شفٹ ہوگئے تھے۔) حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے قیام میں ہر روز شام کو ہم بھی حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہیں پر ہمارے حضرت اقدس شیخ ثالث حضرت مولانا شاہ سعید احمد صاحب قدس سرہٗ نے پہلی ہی ملاقات میں ہمیں اپنا گرویدہ بنالیا۔ گاہے گاہے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ پھر 1962ء میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ان کے جانشین حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ سے تعلق قائم ہوگیا اور ان کی جائے قیام سرگودھا میں مسلسل حاضری ہوتی رہی۔ وہاں پر حضرت رائے پوری رابع حضرت اقدس شاہ سعید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ السعید سے خوب ملاقاتیں رہیں۔ گھنٹوں مجلسیں رہتیں تھیں اور سلسلۂ ولی اللّٰہی کے اکابر کے حوالے سے ان کی قربانیاں، خدمات اور مقام کا خوب تعارف ہوتا تھا۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نوراللہ مرقدہٗ شارحِ افکارِ ولی اللّٰہی کی منفرد شخصیت ہونے کی مکمل معلومات حضرتؒ نے ہی ہم تک منتقل کیں۔

میرے رہنما تیرا شکریہ ، کروں کس زباں سے بھلا ادا
میری زندگی کی اندھیری شب میں چراغِ فکر جلا دیا

1950ء کے اواخر میں حضرت رائے پوری رابع، حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے زیرِ تربیت اور زیرِ تعلیم رہ کر پاکستان تشریف لائے تو یہاں بلاشرکتِ غیرے دو جماعتیں؛ مسلم لیگ اور جماعتِ اسلامی بے شعوری اور سامراجی مقاصد کے لیے مصروفِ کار تھیں۔ کوئی ان کو لگام دینے والا نہیں تھا۔ علمائے حق، علمائے ربانیین اور تحریکِ آزادی کے متوالوں کا نام لینا یہاں جرم سمجھا جاتا تھا۔ ان حضرات سے وابستہ حضرات موجود تو تھے، لیکن ان سامراجی آلہ کاروں کے خلاف کام کرنے کے لیے کوئی سوا ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔ اب کے سب دم بخود تھے، بلکہ بہت سوں نے ان عوام دشمن جماعتوں سے صلح کرلی تھی۔ عجب ہُو کا عالم تھا۔

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے یہاں آتے ہی تمام حالات کا جائزہ لیا اور اپنے قبلہ والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی توجہ اور سرپرستی میں ان دونوں جماعتوں کی حقیقت کھول کر بیان کرنے کا پروگرام بنالیا۔ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہٗ پہلے توجہ کیے بیٹھے تھے۔ زبانِ رائے پور حضرت شاہ سعید احمد رائے صاحبؒ کا انتظار فرما رہے تھے۔ حضرت موصوفؒ نے بہت جلد سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق چند نوجوانوں کی جماعت تیار کرلی۔ سب سے پہلے سرگودھا اور سلانوالی میں جماعتِ اسلامی کی آلہ کار سیاست اور سازشی سرگرمیوں کو ہدفِ تنقید بنایا اور ان کے بڑے بڑے جلسوں کو اُلٹا (درہم برہم) کیا اور مودودی صاحب کو درمیانِ جلسہ ہی بھاگنے پر مجبور کردیا۔ اب بہت سے دیگر علمائے کرام کو بھی ان کی گمراہی اُجاگر کرنے کا موقع مل گیا۔ اور مودودی جماعت کے خلاف باقاعدہ تحریک چل پڑی۔ اب حضرت اقدسؒ نے دوسرے نمبر پر مسلم لیگ کے بارے میں حقائق بیان کرنے کا پروگرام بنایا۔ مسلم لیگ کی برطانوی ایجنٹی اور پھر امریکا کی غلامی کو واضح کرنا شروع کردیا۔ اس طرح قومی تعلیمی اداروں میں بہت سے جوانوں اور نوجوانوں کو اس خطے کے تاریخی حقائق واضح کرنے کا حوصلہ دیا۔ جماعتِ اسلامی اور مسلم لیگ کا حقیقی چہرہ نوجوانوں کے سامنے اُجاگر ہوا۔ سلسلۂ ولی اللّٰہی سے وابستہ علمائے ربانیین کی جماعت اور تحریکِ آزادی کے قومی رہنماؤں کا تعارف تعلیمی اداروں میں پھیلنے لگا۔

> حضرت اقدسؒ شفقت، محبت اور پیار کا بھی بہترین مرقع تھے۔ ہر ورکر یہ سمجھتا تھا کہ حضرتؒ مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ کوئی بھی ساتھی اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تاخیر سے حاضرِ خدمت ہوتا تو اس پر غصہ یا ناراض نہیں ہوتے تھے، بلکہ اس کی مزاج پُرسی فرماتے۔ کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو زبردست دل جوئی فرماتے۔ اس کے لیے دعا فرماتے۔ کسی کے تعلق میں کوئی کمزوری دیکھتے تو طریقۂ نبویؐ کی طرح اس کی اصلاح فرماتے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے جمعیت طلبائے اسلام کے نام سے 1967ء میں تنظیم بنا کر پورے ملک میں سرمایہ دارانہ نظام کی ہمنوا جماعتوں کا تعاقب شروع کیا۔ آپؒ کی تحریک سے قومی تعلیمی اداروں میں شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ اور پوری جماعت آزادی کا نام گونجنے لگا۔ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے JTI کی بنیاد سرگودھا میں رکھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس کا مرکز لاہور میں منتقل کردیا، تاکہ پاکستان کا مرکزی شہر ہونے کی وجہ سے پورے ملک میں بآسانی ولی اللّٰہی فکر کو پھیلایا جاسکے۔ پورے ملک سے چنیدہ احباب کو جمع کر کے 19، 20، 21 اکتوبر 1969ء کو JTI کا دستور تیار کیا اور لاہور سے پورے ملک میں کام شروع کردیا۔ الحمدللہ! یہاں سے احباب نے حضرتؒ کی خواہش کے مطابق پورے ملک میں اس پروگرام کو بہت جلد متعارف کرادیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں مشرقی اور مغربی پاکستان میں JTI کی 409 شاخیں بنا ڈالیں۔ 89 شاخیں مشرقی پاکستان میں اور 320 شاخیں مغربی پاکستان میں قائم ہوئیں۔ 1971ء میں سقوطِ ڈھاکہ کے حادثۂ عظیم کے بعد مشرقی پاکستان سے تو رابطہ ختم ہوگیا، اب موجودہ پاکستان میں زور و شور سے کام جاری ہے، جو مختلف مراحل سے گزرتا ہوا بالآخر 1987ء میں تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی (TFW) کے نام سے لاکھوں احباب کی تربیت اور رہنمائی میں مصروف ہے۔ ان جاں گداز مراحل کی داستان لمبی ہے، جس کے

rahimia.org

لیے علاحدہ سے لکھنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے حضرت اقدس شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ نے ـــــ جو ایک زبردست قوتِ ارادی (will power) کے حامل تھے اور ضبط و تحمل کا ایک پہاڑ تھے ـــــ بڑی جانفشانی سے نوجوانوں کی رہنمائی اور تربیت کر کے ایک مضبوط جماعت تیار کر دی اور وہ عظیم الشان کام سرانجام دیا، جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ ایسی جماعت جو حضرت نبی اکرمؐ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ اور علمائے ربانیین کے تسلسل کے ساتھ خدا پرستی اور انسان دوستی کی جامعیت (دوسرے معنوں میں شریعت، طریقت اور سیاستِ دینیہ) کے ساتھ نوجوانوں اور جوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں مصروف ہے۔ افراد سازی کا یہ مشکل ترین کام آپؒ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ مندرجہ ذیل واقعے سے اس کا اندازہ لگائیے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی قدس سرہٗ حسبِ معمول رائے پور تشریف لائے اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ سے کسی اجتماع میں جانے کا ذکر کیا۔ آپؒ نے فرمایا: آپ کی بھاگ دوڑ بجا، لیکن ہماری خواہش تو یہ ہے کہ آپ اپنے جیسا جامع الصفات، یعنی (شریعت، طریقت اور سیاستِ دینیہ کا حامل اور مخلص ترین) ایک آدمی تیار کر دیتے، جو آپ کے بعد بھی انسانوں کی رہنمائی کا کام سرانجام دیتا رہتا۔ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ تو ایک فرد کی تیاری کی اہمیت بیان فرما رہے ہیں، جب کہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس اللہ سرہٗ السعید نے تو متعدد احباب تیار کر دیے، جو کارِ نبویؐ کے اتباع میں نوجوانوں اور جوانوں کی تربیت میں مصروف ہیں۔ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ کی یہ بہت بڑی کرامت ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس اللہ سرہٗ السعید ضبط و تحمل اور راضی برضائے الٰہی کے حامل تھے اور اس حوالے سے نوجوانوں کے لیے عظیم الشان نمونہ تھے۔ بڑے بڑے حادثات، واقعات اور مخالفتوں کے باوجود بھی حضرتؒ اقدس متزلزل نہیں ہوتے تھے۔ درجِ ذیل اس واقعے سے اندازا لگائیے۔ حضرت موصوفؒ اپنے قبلہ والد صاحب حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے ہمراہ رائے پور انڈیا کے سفر پر تھے کہ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کا اکیس سالہ جوان بیٹا برخوردار محبوب احمد جو تینوں بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا، ایک حادثے میں شہید ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس حادثۂ جانکاہ سے ہمارے جیسے متعلقین کا رو رو کر بُرا حال تھا (کیوں کہ بچپن سے ہی اس سے بڑا پیار تھا) آپؒ حسبِ پروگرام انڈیا سے واپس تشریف لائے تو ہم لوگ ایئرپورٹ پر استقبال کے لیے حاضر ہوئے۔ بڑے حضرت اقدس مادر زاد ولی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی تشریف لا رہے تھے۔ جوں ہی حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری قدس اللہ سرہٗ السعید لاؤنج سے باہر تشریف لائے تو بندۂ ناچیز حضرتؒ سے بغل گیر ہو کر بے ساختہ رونے لگا۔ عجب منظر تھا کہ ہمارے آنسو جاری تھے اور حضرت ہمیں تسلیاں دے رہے تھے کہ اللہ کی مرضی ایسے ہی تھی، اس کی رضا میں ہمیں راضی رہنا چاہیے۔ ہمارے مشائخ رائے پور رحمہم اللہ تواضع و انکساری کا بہترین مرقع، اپنے آپ کو مٹانے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہماری خانقاہ میں خلافت کا مفہوم یہ ہوتا تھا کہ اپنے آپ کو مٹا دو۔ جس جس نے اپنے آپ کو مٹا دیا، وہ ایک درخشاں ستارہ بن کر پورے عالم میں جگمگایا۔ اپنے آپ کو مٹانے اور عجز و انکساری کے لحاظ سے بھی ہمارے حضرت اقدس، حضرت شاہ سعید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ السعید اپنی مثال آپ تھے۔ نوجوانی ہی میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ سے خلافت ملنے کے باوجود ایک عام آدمی کی طرح رہتے تھے۔ کبھی اپنے آپ کو صاحبزادہ یا پیر بنا کر نہیں رکھا۔ گھریلو ماحول میں اور جماعتی زندگی میں بھی ایک ورکر کی طرح زندگی گزاری۔ سارے کام خود اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔ ہم نے 56- میکلوڈ روڈ کے دفتر میں دیکھا کہ سارے دفتر کی صفائی، کھانا پکا لینا، برتن دھو لینا، اپنے کپڑے خود دھو لینا، حتیٰ کہ بیت الخلاؤں کی صفائی تک کر ڈالتے تھے۔ کبھی کسی کام میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ گھر کے کام کاج میں بھی گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ گھر کا سودا سلف کبھی پیدل اور کبھی سائیکل پر خود لے آتے تھے۔ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ کے جانشین بننے کے بعد بھی وہی ورکر شپ قائم رہی۔ جماعتی احباب سے ملنے کے لیے خود تن تنہا ان کے گھر کبھی پیدل اور کبھی سائیکل لے کر چلے جانا، ایک دوست بھی اگر ملنے کے لیے آ جاتا تو اس کی ذہن سازی کرتے ہوئے ساری رات بھی گزر جائے تو اُکتاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ عشا کی نماز کے بعد بیٹھے اور فجر کی اذانیں ہو گئیں۔ غرض یہ کہ اپنے آپ کو مٹا کر رکھا اور پورے عالم کے لیے ایک مثال بن کر رہ گئے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ نے جمعیت طلبائے اسلام کے نام سے 1967ء میں تنظیم بنا کر پورے ملک میں بد دین اور بے دین جماعتوں کا تعاقب شروع کیا۔ آپؒ کی تحریک سے قومی تعلیمی اداروں میں شیخ الہند نوراللہ مرقدہٗ اور پوری جماعتِ آزادی کا نام گونجنے لگا۔

حضرتؒ اقدس شفقت، محبت اور پیار کا بھی بہترین مرقع تھے۔ ہر ورکر یہ سمجھتا تھا کہ حضرتؒ مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ کوئی بھی ساتھی اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تاخیر سے حاضرِ خدمت ہوتا تو اس پر غصہ یا ناراض نہیں ہوتے تھے، بلکہ اس کی مزاج پُرسی فرماتے۔ کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو زبردست دل جوئی فرماتے۔ اس کے لیے دعا فرماتے۔ کسی کے تعلق میں کوئی کمزوری دیکھتے تو طریقۂ نبویؐ کی طرح اس کی اصلاح فرماتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور واقعہ ہے کہ لوگوں کی کہنیوں اور ٹخنوں کا کچھ حصہ خشک رہ جاتا ہے تو آپؐ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ: ''بلال! آج ہمیں وضو کراؤ۔'' حضرت بلالؓ کے لیے یہ زبردست سعادت تھی۔ اب بازو دھونے کا نمبر آیا تو آپؐ اپنی کہنیوں کو خوب مَل مَل کر دھوتے تھے اور حضرت بلالؓ سے پوچھتے کہ: ''دیکھنا بلال! کہنی خشک تو نہیں رہ گئی؟'' اسی طرح ٹخنے دھوتے وقت بھی فرمایا۔ اب جب حضرت بلالؓ وضو کرتے تو اپنی کہنیوں اور ٹخنوں کو خوب مَل مَل کر تر کرتے۔ اس طرح یہ سقم دور ہو گیا۔ ہمارے حضرتؒ بھی براہِ راست کسی کو کہنے کے بجائے اجتماعی حوالے سے کمی کو دور کرنے کی تلقین فرماتے۔ نقص یا سقم کا علم بردار سمجھ جاتا اور وہ کمی کو دور کر لیتا۔ اللہ کرے کہ ہم سب لوگ بھی اس حکمتِ عملی کو اختیار فرمائیں۔

ایک عرصے سے ہمارے سلسلے میں یہ چیز چلی آ رہی تھی کہ دین دار گھرانے اپنے بچوں کو پہلے تعلیم مکمل کراتے، بعد ازاں کسی کامل شیخ کی خدمت میں بھیج کر باطنی اصلاح کراتے (یعنی حبِ مال، حبِ جاہ اور تکبر وغیرہ سے نجات)۔ پھر اس کو دینی سیاسی کام، یعنی غلبہ نظامِ عدل کے لیے جد و جہد میں حسبِ استعداد تربیت کا اہتمام کرتے۔ انسان کا مقصدِ پیدائش ہے بھی یہی۔ تعلیم سے بہرہ وری اور اصلاحِ باطن تو کامل انسان بنانے کے لیے ہے، تاکہ عقل و شعور اور اخلاص کے ساتھ مقصودِ اصلی کے لیے کردار ادا کیا جا سکے۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

rahimia.org

رفتارِ کار.... رپورٹ: مولانا عبدالواحد۔ مولانا عبدالنصیر

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورہ بورے والا، وہاڑی اور بہاولنگر

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کے وِصال کے بعد ان کے جانشین حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ پہلی مرتبہ بورے والا، وہاڑی اور چشتیاں کے ایک ہفتے کے دورے پر تشریف لائے۔ چناں چہ آپ 06/دسمبر 2012ء بروز جمعرات کو لاہور سے روانہ ہوکر چیچہ وطنی میں تقریباً 3 بجے دوپہر رہائش گاہ راؤ حفیظ الرحمٰن بمقام گلشن حرمت کالونی تشریف لائے، جہاں پر سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین نے حضرت اقدس مدظلہٗ کا بھرپور استقبال کیا۔ دوستوں سے ملاقات کے بعد کھانا کھایا۔ اس کے بعد دوستوں کے ہمراہ رہائش گاہ جناب ڈاکٹر عتیق الرحمٰن تشریف لائے، یہاں پر بھی دوستوں نے حضرت کا استقبال کیا۔ یہاں پر چائے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس موقع پر خواتین و حضرات نے حضرت اقدس مدظلہٗ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد 4 بجے حضرت اقدس مدظلہٗ بورے والا کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ جناب حفیظ احمد بھی تھے۔ آپ 4:40 پر جامعہ خدیجۃ الکبری بورے والا تشریف لائے۔ یہاں پر حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے احباب نے اُن کا استقبال کیا۔ جہاں سے آپ مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب کی معیت میں قاری محمد اسلم صاحب کی دعوت پر اُن کے گاؤں تشریف لے گئے۔ نمازِ مغرب جامع مسجد 261/EB میں ادا کی، جس کے بعد مجلس ذکر ہوئی جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ موجود تھے۔ مجلس ذکر سے فارغ ہونے کے بعد نئے احباب نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں حضرت اقدس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد ذکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ:

''اولیائے کرام نے سوسائٹی میں لوگوں کو اللہ سے جوڑنے کا کام کیا ہے۔ تسبیحات اور معمولات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کا تزکیہ ہو اور بُرے اَخلاق سے دور ہو۔ جس طرح ظاہری تعلیم حاصل کرنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دینی علوم کو سمجھنے کے لیے کامل رہنما کی ضرورت ہوتی ہے، جو انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کے علاقے میں حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ العالی، حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ کے اَجل خلفا میں سے ہیں۔ آپ حضرات ان سے اپنا تعلق بڑھائیں اور ان کی رہنمائی میں کام کریں۔''

نمازِ عشا کے بعد حضرت اقدس رائے پوری، مولانا قاری محمد اسلم صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے، جہاں پر تمام متعلقین کے لیے کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کھانے کے بعد تقریباً ایک گھنٹے تک خانقاہ کے متوسلین اور عمومی افراد کے ساتھ ملاقات رہی۔ اس کے بعد بورے والا شہر سے آنے والے احباب نے حضرت اقدس سے ملاقات کی، جس میں دوستوں نے بھرپور استفادہ کیا۔ رات گئے جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بورے والا میں واپسی ہوئی۔

07/دسمبر بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس کی صبح 9 سے 12 بجے تک بورے والا شہر کے مختلف علاقوں سے تشریف لانے والے احباب اور خانقاہ کے متوسلین کے ساتھ ملاقات رہی۔ 1 بجے جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں جمعہ کی تقریبِ تکمیل قرآنِ حکیم کا آغاز ہوا جس کی نظامت کے فرائض جناب مولانا محمد ظہیر صاحب نے ادا کیے۔ اس تقریب میں علاقے بھر سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد مولانا غلام فرید قائم پوری نے ''جانشین رائے پور'' کے عنوان سے حاضرین کے سامنے نظم پیش کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد مدظلہٗ العالی نے جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دو رسیاں آسمان سے نیچے پھینکی ہیں۔ کتابِ مقدس قرآن حکیم اور اس کتابِ مقدس کے حاملین انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔ جو اِن دونوں رسیوں کو مضبوطی سے پکڑے گا، اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ اور اس کا اللہ سے سچا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس کرۂ ارض میں انسانیت کی ترقی کا واحد راستہ کتابِ مقدس قرآن حکیم کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے میں ہے۔ جنھوں نے قرآن حکیم کو یاد کیا اور اس کے پیغام کو سمجھا، انھوں نے گویا اس رسّی کو مضبوطی سے تھام لیا، وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔'' اس کے دل میں ایک نقطہ ہوتا ہے، جو اِس کو اللہ کی طرف متوجہ رکھتا ہے۔ لفظ 'اللہ' کا مطلب ہے کہ وہ ذات، جو دِلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے، جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے۔ مقناطیس خالص لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایسے ہی انسانی دل اللہ کی طرف کھنچتے ہیں۔ ہر انسان کو فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا گیا ہے۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ جب اس کے اِردگرد کا ماحول جب خراب ہوتا ہے تو یہ دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں، جیسے لوہے پر زنگ چڑھ جائے تو وہ مقناطیس کی طرف نہیں کھنچتا، ایسے ہی بداَخلاقیوں اور غلط کردار کی وجہ سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں وہ اللہ تعالی کی طرف نہیں کھنچتا۔ انسان نام ہے دل کا، اگر دل خراب ہو تو انسان خراب ہے۔ قرآن حکیم انسانی دلوں کو آباد کرتا ہے اور درست کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت اور اس سے تعلق، دلوں کے زنگ کو دور کرتی ہے۔ اس کے ارادے کو مضبوط اور اس کے اندر پختگی پیدا کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار! تمہارے دل میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو تو تم درست ہو، اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ وہ ٹکڑا دل ہے۔'' انسان کے جسم سے جو بھی عمل صادر ہوتا ہے، وہ دل کے ارادے سے ہوتا ہے۔ کسی اچھائی یا بُرائی کا ارادہ دل میں بنتا ہے، پھر جسم اس پر عمل کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات دل کو صیقل کرتی ہیں۔ انھی قرآنی تعلیمات کی وجہ سے حضرت عمر کا دل جو زمانہ جاہلیت میں بُرائی میں مبتلا تھا، اس قرآن کی برکت سے اتنا صیقل ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے بعد نبوت کا منصب ہوتا تو وہ عمرؓ کو ملتا۔'' انبیاؑ، دنیا میں انسانی دلوں کو صیقل کرتے ہیں اور پھر اس کے ذریعے انسانی سوسائٹی میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ دلوں کی تبدیلی قرآن حکیم کی تعلیم سے ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ کی بہن جب قرآن کی تلاوت کرتی ہے تو اس کی چوٹ حضرت عمرؓ کے دل پر پڑتی ہے اور دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ جس طرح حضرت عمرؓ کا دل اس کی طرف کھنچتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں جا گرتا ہے۔ قرآن کا بنیادی پیغام یہی ہے۔''

نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد بورے والا شہر اور باہر سے آئے ہوئے تمام مہمانوں کے لیے کھانے کا اہتمام تھا۔ کھانے کے بعد عصر کی نماز تک مختلف وفود نے حضرت اقدس سے ملاقاتیں کیں۔ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس رائے پوری، مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ، مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ اور دیگر احباب کے ہمراہ مولانا رانا ارشاد خاں صاحب کی دعوت پر

ان کے گاؤں چک نمبر 269/EB تشریف لے گئے۔ وہاں کی مسجد میں نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی، جس میں گاؤں کے تمام متوسلین اور متعلقین نے شرکت کی۔ اس کے بعد ذکر کی اہمیت پر حضرت اقدس نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اہل اللہ سے تعلق کے نتیجے میں انسانی دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور انسانیت کے تزکیے سے انسان کے اندر یہ جرأت پیدا ہوتی ہے کہ معاشرے میں عدل کا نظام قائم کریں۔'' دعا سے اس نشست کا اختتام ہوا۔

صبح نمازِ فجر کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ العالی نے درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ ناشتے کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ العالی سے علاقے کے متعدد افراد ملاقات کیلیے آتے رہے۔ 2 بجے دوپہر مولانا رانا ارشاد احمد خاں صاحب کی بیٹی کے نکاح کی تقریب ہوئی جس میں بورے والا سے کئی احباب نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ چشتیاں اور بہاولنگر سے بھی صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری، مولانا عبدالنصیر اور مولانا غلام مرتضیٰ وغیرہ متعدد دوستوں نے شرکت کی۔ عصر کی نماز حضرت اقدس نے دوستوں کے ہمراہ جامعہ خدیجۃ الکبریٰ بورے والا میں ادا کی۔ نمازِ مغرب کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ میں مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں گردونواح کے تمام احباب نے شرکت کی۔ نمازِ عشا کے بعد بورے والا کے دوستوں نے حضرت اقدس سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ دوستوں کے ہمراہ نقشبندیہ کلاتھ ہاؤس والوں کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ رات کے قیام کے لیے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔

09/دسمبر بروز اتوار کی صبح حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ العالی، مولانا محمد ظہیر صاحب کی دعوت پر ان کے گھر واقع مرضی پورہ (بورے والا) تشریف لائے۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد آپ وہاڑی تشریف لائے۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، مولانا محمد ظہیر اور راقم سطور ہمراہ تھے۔ صبح 10 بجے حضرت اقدس عمومی سیمینار میں شرکت کے لیے خورشید ہال واقع ماڈل ہائی سکول وہاڑی میں تشریف لائے۔ سیمینار کی نظامت کے فرائض جناب عبیدالرحمٰن نے سرانجام دیے۔ سیمینار کا پہلا موضوع ''خانقاہ رائے پور کا تعارف اور اس کا کردار'' تھا۔ اس موضوع پر خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے فرمایا:

''خانقاہ ایک اعلیٰ دینی نظریے پر قائم ہوتی ہے۔ اس سے آزادی کے مجاہد اور جرأت مند افراد پیدا ہوتے ہیں۔ امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جیسے لوگ پیدا ہوئے، جنھوں نے فتویٰ دارالحرب دے کر ہندوستان میں حریت اور آزادی کی بنیاد رکھی۔ اس کے نتیجے میں حضرت الامام شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے لے کر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ تک آزادی کے عظیم رہنما پیدا ہوتے ہیں۔ حقیقی خانقاہ کا کردار یہ ہوتا ہے کہ اپنے مرید کے اندر اعلیٰ درجے کا جذبۂ حریت پیدا کردے، جو پیغمبر ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں پیدا کیا تو قیصری و کسریٰ کے نظام ٹوٹے۔ یہ فکر امام شاہ ولی اللہ دہلوی، امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان حقیقی خانقاہ کے رہنماؤں سے ملے گا۔ خانقاہ رائے پور کی تاریخ بہت عظیم ہے۔ اس خانقاہ کا ہر جانشین دینی شعور دیتا ہے، دین کی عقل دیتا ہے اور دین اسلام کو بطورِ سسٹم پیش کرتا ہے۔ یہی تاریخ ہے شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، شاہ عبدالعزیز رائے پوری کی اور اسی نظریے پر شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی وقف کردی تھی۔''

ان کے بعد حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے ''سماجی تبدیلی کے بنیادی تقاضے قرآن حکیم کی روشنی میں'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''کتاب مقدس قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے معاشرے کا تجزیہ اور اس کے مسائل کے حل کرنے کا فہم و شعور حاصل کرنا ضروری ہے۔ مسلمان نوجوان کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دین اسلام کی تعلیمات سے اس طور پر آگاہ ہو کہ وہ اپنی سماجی زندگی کی بھلائی، اپنی سوسائٹی کی ترقی، اپنے سیاسی نظام کی تشکیل، اپنے معاشی اور اقتصادی سسٹم کو درست طور پر بروئے کار لانے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دینی تعلیمات کی روشنی میں اپنی سوسائٹی کے سلگتے ہوئے مسائل کا جائزہ لیں اور انھیں حل کرنے کے لیے قرآنی تعلیمات سے آگہی حاصل کریں۔

غضب خدا کا! مسلمانوں کا ملک، مسلمانوں کے بچے، جن کا ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ہے، جو ایمان رکھتے ہیں قرآن کے ایک ایک حرف کی حقانیت پر، جو مر مٹنے کے لیے تیار ہیں پیارے نبی ﷺ کی حرمت پر، وہ نوجوان عصری تعلیمی اداروں میں پولیٹیکل سائنس پڑھیں تو عالمی سرمایہ داری نظام کی، ان کے نظامِ تعلیم میں قرآنی سیاست کے شعور پر ایک لفظ بھی موجود نہ ہو اور اگر قرآن کے اصولِ سیاست سے ناآشنا، آکسفورڈ، کیمبرج، ایچیسن اور FC کالج کے پڑھے ہوئے سیاست دان میدان میں آئیں گے تو کیا وہ قرآنی اصولوں کو غالب کریں گے یا عالمی سرمایہ داری نظام کے نمائندے ہوں گے؟ ہمارے نوجوان نے قرآن کے اساسی اصولوں پر سیاسی اور اقتصادی تعلیمات کا شعور حاصل نہیں کیا۔ کتنی بڑی بد قسمتی ہے کہ مسلمان ملک کے تمام تعلیمی ادارے، قرآن کی تعلیم کے سیاسی معاشی اصول نہیں سمجھاتے۔ جب تک ہم قرآن کے اساسی اصولوں کی بنیاد پر ایک تربیت یافتہ جماعت اور پولیٹیکل طاقت تیار نہیں کرتے جو قرآن کے سیاسی اصولوں کو جانتے ہوں اور سوسائٹی کے مسائل کا پرامن حل نکال سکتے ہوں، اس وقت تک پوری کامیابی نہیں ہوسکتی۔''

سیمینار کے بعد راؤ تحسین صاحب کی دعوت پر حضرت اقدس دوستوں کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لے گئے، جہاں چائے کا اہتمام تھا۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد جناب محمد شفیق صاحب کی دعوت پر ان کے گھر پیپلز کالونی میں تشریف لے گئے، جہاں پر دوستوں کے لیے کھانے کا اہتمام تھا۔ کھانے اور نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد جناب راؤ اشتیاق صاحب کی دعوت پر ان کے گھر مصطفیٰ ٹاؤن تشریف لے گئے، جہاں حضرت نے چائے پی۔ اس کے بعد جناب کرامت حسین کے گھر تشریف لے گئے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متعلقین اور احباب نے شرکت کی۔ ذکر کے بعد دوستوں کے لیے کھانے کا اہتمام تھا۔ نمازِ عشا کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس سے وہاڑی کے تنظیمی دوستوں نے بھرپور استفادہ کیا جو تقریباً رات 10:30 بجے تک جاری رہا۔

10/دسمبر بروز سوموار کو حضرت اقدس ناشتے کے لیے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کے قدیم متوسل جناب صاحبزادہ شفقت ایڈووکیٹ کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ناشتے کے بعد ان کے گھر میں دعا کی اور 10:30 بجے صبح حاصل پور کے لیے روانگی ہوئی۔ راقم سطور اور جناب عبیدالرحمٰن بھی ہمراہ تھے۔ حاصل پور میں جناب پروفیسر ظفرالاسلام کے مکان پر جالندھر کالونی میں تشریف آوری ہوئی، جہاں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے بہت سے متوسلین اور متعلقین نے آپؒ کا استقبال کیا، اس کے بعد استفادہ کیا۔ ظہر کی نماز اور کھانے کے بعد حاصل پور میں ہی جناب حافظ محمد سلیم داماد حضرت حاجی محمد یعقوب صاحب کے گھر تشریف

لے گئے، جہاں انھوں نے چائے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ دعا کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر چشتیاں میں حضرت مولانا حسین احمد علوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ وہاں نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد کچھ نئے احباب نے بیعت کی۔ مولانا محمد عبداللہ علوی اور جناب سعداللہ علوی نے چائے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس سے فارغ ہوکر جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں میں نمازِ مغرب ادا کی اور اس کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اور پھر ذکر اللہ کی اہمیت پر بیان ہوا۔ اس کے بعد کچھ نئے احباب نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں حضرت رائے پوری سے بیعت کی۔ عشا کی نماز کے بعد احباب نے استفادہ کیا۔ رات کا قیام جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں میں ہوا۔

اگلے روز 11/ دسمبر کی صبح کو حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مولانا محمد رفیق صاحب کے والدین کے انتقال پر تعزیت کے لیے ان کے گاؤں تشریف لے گئے، جہاں اہل خانہ سے تعزیت کی اور واپسی میں جناب ماسٹر غلام رسول کے رحیمیہ سکول میں کچھ دیر ٹھہرے اور دعا کی۔ 01 بجے دن جامعہ اشاعت العلوم میں مہتمم مدرسہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہ العالی کی زیرِ صدارت تقریب تقسیم اسناد منعقد ہوئی، جس میں تلاوت کے بعد مولانا غلام فرید قائم پوری صاحب نے اپنی نظم "جانشین رائے پور" سے حاضرین مجلس کو محظوظ کیا۔ اس کے بعد طلبا سے حضرت رائے پوری نے خطاب کیا اور دینی علم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اکابر کے نظریے اور مشن پر جدوجہد کرنے کی ضرورت واضح کی۔ اس کے بعد انھوں نے کامیاب ہونے والے طلبا میں انعامات تقسیم کیے اور آخر میں دعا فرمائی۔

نمازِ ظہر کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر خانقاہ حضرت مولانا اللہ بخش بہاولنگری رحمۃ اللہ علیہ دین پور بہاولنگر میں تشریف آوری ہوئی، جہاں صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری اور سلسلۂ رائے پور کے متوسلین اور احباب نے استقبال کیا۔ نمازِ عصر خانقاہ میں ادا کی۔ اس کے بعد ناظم مدرسہ انوارِ ہدایت حضرت مولانا لطیف الرحمٰن سے ان کے بھائی کے انتقال پر تعزیت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مفتی عبدالقدیر مدظلہ العالی بھی تھے۔ وہاں چائے پی کر حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری کے ہمراہ بہاولنگر سے روانہ ہوکر سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے قدیم متوسل جناب میاں محمد جمیل بودلہ کی بستی "ککو بودلہ" میں تشریف آوری ہوئی۔ جہاں ان کی اہلیہ کے انتقال پر تعزیت کی۔ نمازِ مغرب بستی کی مسجد میں ادا کی۔ اس کے بعد کچھ دیر قیام اور ان کے مکان پر دعا کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے اور عشا کی نماز کے وقت نور ارتھ میں حاجی محمود الحسن خاں صاحب (صاحبزادہ حضرت خان محمد یوسف خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب اور صاحبزادہ مولانا عبدالقادر دین پوری بھی ہمراہ تھے۔ یہاں مولانا عبدالنصیر صاحب اور مولانا غلام مرتضٰی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ رات کا قیام نور ارتھ میں ہوا۔

12/ دسمبر کو صبح ناشتے کے بعد عارف والا میں ماسٹر حاجی محمد یوسف خاں صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی اور وہاں چائے پی۔ وہاں سے روانہ ہوکر براستہ پاکپتن جامعہ امداد الرحیم کے مہتمم مولانا سید محمد اطہر شاہ بخاری کی دعوت پر دیپالپور میں تشریف آوری ہوئی۔ نمازِ ظہر کے بعد حاضرین مسجد سے دینی تعلیم و تربیت کے حوالے سے حضرت نے گفتگو کی اور اس کے بعد احباب نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں ان سے بیعت کی۔ اس کے بعد دیپالپور میں کئی احباب کے مکانات میں دعا کے لیے تشریف لے گئے اور عصر کی نماز کے بعد دیپالپور سے روانہ ہوکر رات گئے لاہور واپسی ہوئی۔ اس طرح ہفتہ بھر کا یہ دورہ مکمل ہوا۔

تعزیتی خطوط

حضرت مولانا محمد اختر مجاز حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مکتوبِ گرامی

ازدفتر؛ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ، ضلع سہارن پور (یوپی) الہند

•

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

•

محترم المقام حضرت مولانا مفتی عبدالخالق صاحب آزاد دام ظلکم

جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مؤرخہ 26/ستمبر 2012ء بروز بدھ خانقاہِ عالیہ رائے پور کے متعلق ایک بہت بڑی میٹنگ میں، جو علاقہ کے ہزاروں محبین پر مشتمل تھی، شرکت کے لیے جامعہ کے اساتذہ و گاؤں کے ذمہ دار حضرات کے ساتھ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے ہمراہ فدوی بھی جارہا تھا۔ ہم لوگ گندیوڑ اور رائے پور کے درمیان میں ہی تھے، اچانک حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کی چیخ نکلی، بلک کر رونے لگے۔ بھرائی آواز سے مولانا عبدالسلام صاحب نے فرمایا کہ: حضرت والا کا وصال ہوگیا۔ بے ساختہ زبان پر إنّا للّٰہ و إنّا إلیه راجعون جاری ہوگیا۔ اس کی تصدیق فوراً ہی راؤ قیصر سلیم کے فون سے ہوئی۔ بندہ نے فوراً جامعہ میں فون کرکے تمام طلبا و اساتذہ سے قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرنے کو کہا۔ بعد نمازِ ظہر اساتذہ جامعہ و طلباء انتہائی رنج و غم میں ڈوب کر عصر کی نماز تک تلاوتِ کلام اللہ میں مشغول رہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایصالِ ثواب کیا۔ جامعہ اور جامعہ کے اساتذہ و طلباء پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں کے مقابلے میں یہ ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت اگرچہ معمولی ہے اور ہم خدام ان شاء اللہ مستقل اس کا اہتمام کرتے رہیں گے۔

خدائے قادر قیوم کی بارگاہ سے ہمیں یقین ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی شایان معاملہ فرمائیں گے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے جب بھی ملاقات فرماتے، سب سے پہلے ان کا سوال ہوتا کہ حضرت کب تشریف لا رہے ہیں؟ آج ان کے وصال پر جب ان کے سوال کا جواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا ہوتا ہے تو وہ سکتے کی سی کیفیت میں چلے جاتے ہیں۔

خانقاہِ عالیہ رائے پور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے جارہے ہیں۔...

جناب راؤ قیصر سلیم صاحب کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا نے باتفاقِ رائے آں جناب کو جانشین تسلیم کیا ہے اور اس کا اعلان بھی کردیا گیا ہے، ہمیں بے حد خوشی ہے۔ ہم آپ کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے امت کی اصلاح کا کام لے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن پر کتاب و سنت کی روشنی میں قائم و دائم رکھے۔ آمین

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دیدار کی اُس وقت امیدیں کافور ہوگئیں، جب 26/ستمبر 2012ء کی شام کو ہی یہ اطلاع ملی کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے لیے لاہور میں ہی فیصلہ ہوگیا ہے۔ دعواتِ صالحات میں فراموش نہ فرماویں۔ انڈیا تشریف لانے کی سبیل نکالیں۔

احباب کی خدمت میں بشرطِ سہولت سلام مسنون عرض ہے۔

محمد اختر مہتمم جامعہ اسلامیہ، ریڑھی تاج پورہ

9/ ذوالقعدہ 1433ھ/ 27/ستمبر 2012ء

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

بقیہ 'اور قیامت ٹوٹ پڑی' بہرحال عرض یہ کر رہا تھا کہ انسانیت اور اسلامیت سے بہرہ ور حضرات مندرجہ بالا ترتیب اختیار فرماتے تھے، لیکن اس طریقۂ کار میں وقت بہت لگ جاتا تھا۔ ہمارے حضرت شاہ سعید احمد صاحب قدس سرہٗ السعید کی تجدید یہ ہے کہ آپؒ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اس دور کی صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ تینوں کام ایک ہی وقت میں شروع کرا دیتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہی باطنی اصلاح کے لیے ترغیب و تربیت بھی چل رہی ہے اور فنِ جہاں بانی سکھانے کا کام بھی جاری ہے۔ شریعت کے حوالے سے دروس و تفسیر القرآن، دروسِ حدیث اور فقہی تعلیم کا اہتمام بھی ہے۔ تسلسل سے جڑنے کی عظمت بھی ذہن نشین ہو رہی ہے۔ غرض یہ کہ دین کے چاروں ماٰخذ سے وابستگی کا پورا پورا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔ طریقت کے حوالے سے ذکر اذکار کی تلقین، ترغیب اور تعلیم و تربیت کا سلسلہ بھی جاری ہے، تاکہ قلوب کو حبِ مال، حبِ جاہ اور تکبر وغیرہ سے پاک کیا جاسکے۔ سیاستِ دینیہ کے حوالے سے عقل و شعور کی افزائش کے ساتھ پوری دنیا کے سیاسی نظاموں کا مطالعہ اور اسلامی نظامِ عدل کی تعلیم اور اس کی عظمت، اہمیت و افادیت کو سمجھنے کا عمل بھی جاری ہے۔ اس لحاظ سے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہٗ السعید ایک منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ ایک ہی شخصیت میں اسلاف کی تمام خوبیاں جمع ہو کر رہ گئی تھیں اور آپؒ اپنے قبلہ والدِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے بقول "مولانا سعید احمد صاحب تمام بزرگوں کی روحانیت کو اٹھائے پھر رہے ہیں۔" کی عملی تفسیر تھے۔ اگر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جائے تو ہزاروں صفحات چاہئیں۔ اس لیے جب حضرتؒ کی یاد آتی ہے تو بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں اور دل خون کے آنسو روتا ہے ؎

بے بازار ویکھاں ، وِچ یار ناں ہی تے اُجاڑ دِسن طرفاں چار مینوں
کانی لا کے دردوں فراق والی روندا چھوڑ گیا ہے سوہنا یار مینوں

لیکن جب توجہ دوسری طرف جاتی ہے کہ ایک جماعت، بالخصوص حضرت مفتی عبدالخالق آزاد صاحب رائے پوری مدظلہٗ جیسا جانشین (جو ایک عظیم سکالر، شیخ التفسیر، شیخ الحدیث، شیخ الفقہ، علومِ ولی اللّٰہی اور کتبِ ولی اللّٰہی کا ماہر) ہمیں دے گئے تو ڈھارس بندھ جاتی ہے۔ اور ایک گونہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ ہمیں لاوارث نہیں چھوڑ گئے۔ ورنہ عام طور پر کسی بڑی شخصیت کے جانے کے بعد درجِ ذیل رُباعی صادق آتی ہے ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گُل کا تجمل تھا ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی، اِک شور تھا، غل تھا
خزاں کا دور جب آیا، نہ تھا جز خار، گلشن میں بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ، یہاں گل تھا

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے سینئر احباب بالخصوص حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کا سایہ ہم پر قائم و دائم رکھے اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا لگایا ہوا چمن دن رات پھلے پھولے اور ترقی کا عمل جاری رہے اور ہم سب کو آپؒ کے مشن کو اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): عصر کی نماز میں چاروں رکعت میں سورتِ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت بھی پڑھ لی اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو کیا نماز درست ہوئی یا نہیں؟ شہزاد شیخ، راولپنڈی

جواب: فرض نماز کی صرف پہلی دو رکعتوں میں سورتِ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت پڑھنی ضروری ہے۔ بقیہ ایک رکعت جیسے نمازِ مغرب یا بقیہ دو رکعتیں جیسے نمازِ ظہر، عصر و عشا میں صرف سورتِ فاتحہ کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ تاہم اگر سورتِ فاتحہ کے بعد دوسری سورت بھی پڑھ لی تو بھی نماز درست ہوگئی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔

سوال (2): ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا۔ چار مہینے گزرنے کے بعد اس کا نکاح ایک دوسرے آدمی سے کر دیا گیا تو کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ سیف الرحمٰن، فیصل آباد

جواب: شوہر کے فوت ہونے کے بعد چار مہینے دس دن عدت گزارنی ضروری ہے۔ اس لیے جس عورت نے عدت کے اندر (اگرچہ صرف دس دن ہی باقی تھے) نکاح کیا تو اس کا نکاح درست نہیں۔ شرعاً یہ عمل حرام ہے، دونوں کو استغفار کرنا چاہیے۔ عدت کے مکمل ہونے کے بعد ہی نکاح کرنا درست ہے۔

سوال (3): ایک تین سالہ بچے نے اپنی چچی کا دودھ پیا تھا تو کیا ایسے لڑکے کا نکاح اس چچی کی بیٹی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ خیر محمد، بلوچستان

جواب: مدتِ رضاعت زیادہ سے زیادہ 2.1/2 سال ہے، اس کے بعد بچے کا کسی عورت کا دودھ پینا جائز نہیں، لیکن اگر پی لیا تو حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ اس لیے وہ اپنی اس چچی کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔

سوال (4): ایک عورت، جسے جنابت کی وجہ سے غسل کی ضرورت ہے، وہ غسل سے قبل روٹی پکا سکتی ہے یا نہیں؟ خرم شہزاد، جہلم

جواب: ہاتھ منہ دھو کر ظاہری صفائی کے بعد روٹی پکا سکتی ہے۔

سوال (5): امام صاحب دوسری رکعت میں ایک سجدہ کر کے تشہد کے لیے بیٹھ گئے۔ امام صاحب کو دوسرا سجدہ مقتدی کس طرح یاد دلائے؟ امان اللہ بٹ، گوجرانوالا

جواب: "سُبحان ربّی الأعلٰی" کہہ کر یاد دلایا جائے۔ اگر امام صاحب سمجھ گئے اور سجدہ کر لیا اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز درست ہوگی، ورنہ نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔